نظام المدارس پاکستان کے نصاب کے عین مطابق

(سوالاً جواباً)

الوجیز فی اصول الفقہ

سید عبد الکریم زیدان



مفتی شہزاد احمد سجاد صاحب
پرنسپل جامعہ حسینیہ

محمد ثقلین سرور متعلم جامعہ حسینیہ

الوجیز فی اصول الفقہ

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید عبد الکریم زیدان

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مفتی شہزاد احمد سجاد (پرنسپل جامعہ حسینیہ و ضلعی کوارڈنیٹر نظام المدارس پاکستان ضلع وزیر آباد)

معاون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ثقلین سرور (متعلم جامعہ حسینیہ)

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جامعہ حسینیہ، غوثیہ کالونی علی پور چٹھہ

0303-0626802
muftishahzad9@gmail.com
0322-6469706
msaqlainsaqi399@gmail.com

تعارفِ کتاب

کتاب "الوجیز فی اصول الفقہ" نظام المدارس پاکستان کے درجہ سادسہ کے نصاب میں شامل ہے جس کے مصنف "علامہ سید عبد الکریم زیدان" ہیں۔ یہ اصول الفقہ پر مشتمل عربی زبان میں لکھی گئی ایک ضخیم کتاب ہے جس میں دیگر کتبِ اصول فقہ کی طرح کتاب اللہ، سنت، اجماع، قیاس وغیرہ کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

ہم نے نصاب میں شامل کتاب ھذا کی فصول

- استحسان
- عرف
- سد الذرائع
- تعارض الادلہ

کو انتہائی سہل اور سلیس انداز سے سوالاً جواباً مرتب کیا ہے جو اپنے قارئین خصوصاً طلبہ کیلئے ان شاء اللہ نہایت مفید ثابت ہوگی۔

اللہ کریم ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ امین!

جامعہ حسینیہ، غوثیہ کالونی علی پور چٹھہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال نمبر1۔الوجیز کس موضوع پر لکھی گئی کتاب ہے؟

الوجیز اصول فقہ کے موضوع پر لکھی گئی کتاب ہے۔

سوال نمبر2۔الوجیز کے مصنف کانام تحریر کریں۔

آپ کانام سید عبد الکریم زیدان ہے۔

سوال نمبر3۔ مصنف کے مختصر حالاتِ زندگی بیان کریں۔

آپ کانام سید عبد الکریم زیدان ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۱۷ء کو عراق کے دار لخلافہ بغداد میں ہوئی،بغداد میں ہی انہوں نے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی، عراق کی یونیورسٹی سے P.H.D کرنے کے علاوہ انہوں نے مصر کی قاہرہ یونیورسٹی سے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، عراق میں یہ شعبہ تعلیم سے وابستہ ہوگئے، شعبہ تعلیم میں تدریس کے علاوہ یہ اعلیٰ مناصب پر بھی فائز رہے،ملک کے کئی اداروں سے بھی متعلق رہے،کچھ عرصہ کے لیے یمن کے شہر صنعاء کی یونیورسٹی میں بھی مدرس رہے، عراق کو چھوڑنے کی وجہ علمی اور سیاسی اختلاف بتائے جاتے ہیں،مسلکاًان کو اہل حدیث میں شمار کیا جاتا ہے،اہل حدیث کے ایک اجتماع میں ان کو خطاب کرتے ہوئے نیٹ پر دکھایا گیا ہے،قدرے بھاری جسم،سانولی سفید مائل رنگت ہے سوٹ پہنے اور ہاتھ میں چھڑی پکڑے کرسی پر تشریف فرما تھے۔

تالیفات

۱-احکام الذمیین والمستامنین فی دارالاسلام	۲-المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ
۳-الکفالۃ والحوالۃ فی الفقہ المقارن	۴-الفرد والدولۃ فی الشریعۃ
۵-الوجیز فی اصول الفقہ	۶-اصول الدعوۃ

۷-المفصل في احکام المرأۃ وبیت المسلم في الشریعۃ الاسلامیۃ(گیارہ جلدیں)

ان کی کتاب اصول الدعوۃ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نصاب میں شامل ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے کئی ابحاث بھی لکھی ہیں مؤلف ۹۵برس کی عمر میں بقید حیات ہیں۔

سوال نمبر4۔الوجیز کے نام سے اور کونسی دیگر کتب ہیں؟نام تحریر کریں۔

❖ الكتاب: الوجيز في شرح قراءات القرأة الثمانية أئمة الأمصار الخمسة

✸ المؤلف: أبو علي الحسن بن علي بن إبراهيم بن يزداد الأَهْوَازي (ت ٤٤٦هـ)

❖ الكتاب: الوجيز في تفسير الكتاب العزيز

✸ المؤلف: أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي (ت٤٦٨هـ)

❖ الكتاب: الوجيز في ذكر المجاز والمجيز

✸ المؤلف: صدر الدين، أبو طاهر السِّلَفي أحمد بن محمد بن أحمد بن محمد بن إبراهيم سِلَفَه الأصبهاني (ت ٥٧٦هـ)

❖ الكتاب: الوجيز في الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل
✸ المؤلف: سراج الدين أبو عبد الله، الحسين بن يوسف بن أبي السري الدجيلي (٦٦٤ هـ - ٧٣٢ هـ)
❖ الكتاب: الوجيز في علم التجويد
✸ المؤلف: محمود سيبويه البدوي (ت ١٤١٥هـ)
❖ الكتاب: الوجيز في عقيدة السلف الصالح (أهل السنة والجماعة)
✸ المؤلف: عبد الله بن عبد الحميد الأثري
❖ الكتاب: الوجيز المفيد في تبيان أسباب ونتائج قتل عثمان بن عفان
✸ المؤلف: مصطفى يونس الراقي الفاخري
❖ الكتاب: الوجيز في حكم تجويد الكتاب العزيز
✸ المؤلف: محمد بن سيدي محمد محمد الأمين
❖ الكتاب: الوجيز في أصول الفقه الإسلامي (المدخل - المصادر - الحكم الشرعي)
✸ المؤلف: الأستاذ الدكتور محمد مصطفى الزحيلي
❖ الكتاب: الوجيز في إيضاح قواعد الفقة الكلية
✸ المؤلف: الشيخ الدكتور محمد صدقي بن أحمد بن محمد آل بورنو أبو الحارث الغزي
❖ الكتاب: الوجيز النفيس في معرفة التدليس (بحث منشور في مجلة مركز البحوث والدراسات في الوقف السني -بغداد ٢٠٠٥م)
✸ المؤلف: أبو ذر عبد القادر بن مصطفى بن عبد الرزاق المحمدي
❖ الكتاب: الوجيز في فقه السنة والكتاب العزيز
✸ المؤلف: عبد العظيم بن بدوي بن محمد

سوال نمبر5۔استحسان کالغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔

استحسان لغت میں کسی چیز کے اچھا سمجھنے کو کہاجاتا ہے۔استحسان کی اصطلاحی تعریفات فقہاءِ کرام نے مختلف انداز میں کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قیاسِ جلی کو رد کرتے ہوئے قیاسِ خفی کو اختیار کرنا یا کسی جزویہ کا کسی اصلی حکم سے استثناء کرنا استحسان کہلاتا ہے۔

سوال نمبر6۔الوجیز فی اصول الفقہ میں استحسان کی کتنی صورتیں بیان کی گئی ہیں؟

دوصورتیں بیان کی گئی ہیں: 1۔ترجیح استحسان 2۔استثنائی استحسان

سوال نمبر7۔ترجیح استحسان سے کیا مراد ہے؟

کسی مسئلہ میں دو قیاسوں کا باہمی نزاع ہو تو دوسرے قیاس کو پہلے قیاس پر کسی خاص دلیل کے تحت ترجیح دینا ترجیح استحسان کہلاتا ہے۔ بشر طیکہ وہ قیاس قوی التاثیر ہو۔پہلے قیاس کو قیاسِ جلی اور دوسرے قیاس کو قیاسِ خفی کہتے ہیں۔

جس دلیل کے تحت ترجیح دی جاتی ہے اسے وجہِ استحسان کہتے ہیں اور جو حکم استحسان سے ثابت ہوتا ہے اسے حکمِ مستحسن کہتے ہیں۔

سوال نمبر8۔استثنائی استحسان سے کیامراد ہے؟

ایک ایسامسئلہ جو قاعدہ عامہ اوراصل کلی کے تحت داخل ہو مگر کسی ایسی دلیل جو فی نفسہٖ اس کیساتھ قائم ہو،اس کی بناءپر کسی جزو کو اس حکم سے مستثنیٰ کردینااستثنائی استحسان کہلاتا ہے۔

سوال نمبر9۔استحسان کی صورتوں کو مثالوں سے واضح کریں۔

ترجیح استحسان

جیساکہ ارتقائی حقوق یعنی پانی کا حق اوراس کی گزرگاہ کا حق اور زرعی زمین سے گزرنے کا حق یہ عقد بیع میں داخل نہیں جب تک کہ ان کے بارے ذکر نہ کیاجائے۔پس کیایہ حکم عقد میں زمین کے وقف کرنے کی صورت میں خودبخود ثابت ہو گایا نہیں؟

احناف کے قیاس عدم دخول اوراستحسان دخول کا تقاضا کرتا ہے۔زرعی زمین کاوقف کرنادو قیاسوں کو چاہتاہے۔پہلایہ کہ بیع پر قیاس کیا جائے کہ اور دوسرایہ کہ اجارہ پر قیاس کیاجائے۔

بیع پر قیاس کی صورت میں ذہن فوراًاس کو قبول کرتا ہے کیونکہ بیع اور وقف دونوں میں مالک کی ملکیت سے خروج ہے اور قیاس جلی کاتقاضایہ ہے کہ ارتقائی حقوق زمین کے تابع ہو کر وقف میں داخل نہ ہوں بغیر خصوصی ذکر کے جیساکہ بیع کا حکم ہے اور دوسرا قیاس یعنی اجارہ پر قیاس کرنا۔

اجارہ اوروقف کی صورت میں یہ بات مشترک ہے کہ یہ دونوں مِلک انتفاع بالعین کافائدہ دیتے ہیں۔یہ قیاسِ خفی ہے۔ذہن فوراًاس کو قبول نہیں کرتابلکہ غوروفکر کامحتاج ہوتا ہے۔اس قیاس کاتقاضایہ ہے کہ ارتقائی حقوق بغیر کسی خاص ذکر کے تبعاًوقف میں داخل ہوں جیساکہ اجارہ کا حکم ہے۔

استثنائی استحسان

خیرات کے کاموں میں مجبوریاکم عقل کیلئے وصیت کرنے کی اجازت ہے۔پس یہ جوازاستحسان کے تحت ہے۔جبکہ قیاس کاتقاضاعدم جواز ہے۔

عمومی قاعدہ کے تحت کم عقل آدمی کاتصرف درست نہ ہواوراسکامقصدمال کی حفاظت ہے لیکن نیکی کے کاموں میں وصیت کی اجازت کا استثناءیہ عمومی قاعدہ کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وصیت ملکیت کافائدہ نہیں دیتی مگر وصیت کرنیوالے کی وفات کے بعد اوروقف وصیت کی طرح ہے،اس میں بھی کم عقل کے مال کی حفاظت ہے،لہٰذااس استثناء سے عمومی قاعدہ کامقصد متاثر نہیں ہوتا۔

سوال نمبر10۔استحسان کی کتنی اقسام ہیں؟

استحسان بالنص

شارع کی جانب سے کوئی نص کسی مسئلہ میں وارد ہوجوایسے حکم کاتقاضا کرے جواس جیسے دوسرے مسئلوں کیخلاف ہوجوعام قواعد کے مقتضاکے مطابق ہو۔جیساکہ خیارِ شرط قیاس کیمطابق جائز نہیں ہونی چاہئے مگراس کواستحساناًجائز قراردیا گیاکیونکہ اس کے بارے نص موجود ہے۔

استحسان بالاجماع

اجماع سے ثابت ہونے والاحکم اگر قیاسِ جلی کے معارض ہوتواسے استحسان بالاجماع کہتے ہیں۔مثلاً استصناع (یعنی آرڈر پر چیز بنوانا) یہ

استحساناً جائز ہے جبکہ قیاس اس کے عدمِ جواز کا مقتضی ہے۔ اسی طرح معین پیسوں کے عوض حمام میں داخل ہونا۔

عام قاعدہ اس کے اس کے فاسد ہونے کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ اس میں استعمال ہونے والے پانی کی مقدار، اور ٹھہرنے کی مدت نامعلوم ہے لیکن اس کو استحساناً جائز قرار دیا گیا۔ عرف میں یہ عمل عام ہو جانا کسی کا اس پر انکار نہ کرنے اور لوگوں سے تنگی کو دور کرنے کیلئے ہے۔ گویا یہ اجماع ہو گیا۔

استحسان بالعرف

جیسے ان منقولی چیزوں کو وقف کرنے کا جواز جن کے وقف کرنے کا رواج ہو جیسے کتابیں، برتن اور اس جیسی دوسری چیزیں بعض فقہاء کی رائے میں۔ وقف کے بارے میں یہ استثناء ایک عام اصول سے ہے وہ یہ کہ یہ وقف ہمیشہ کیلئے ہونا چاہئے۔ پس اسی وجہ سے غیر منقولی جائیداد میں وقف صحیح نہیں اور منقولی اشیاء کا وقف عرف عام کی وجہ سے جائز ہے۔

استحسان بالضرورت

ضرورت کی وجہ سے ثابت ہونے والا حکم اگر قیاسِ جلی کے معارض ہو تو اسے استحسان بالضرورۃ کہتے ہیں۔ مثلاً کنواں پاک کرتے ہوئے جب پانی مقررہ مقدار کے مطابق نکال دیا جائے تو کنویں کی دیواریں، رسی، ڈول اور پانی نکالنے والے کے ہاتھ وغیرہ سب پاک ہو جائیں گے اور یہ سب ضرورت کے تحت ہے۔

استحسان بالمصلحت

کسی مصلحت کے تحت قیاسِ خفی کو قیاسِ جلی پر ترجیح دینا مثلاً کسی کام کرنے والے شخص سے سامان ہلاک ہو گیا تو قیاساً اس بندے پر ضمان نہیں ہونا چاہئے جبکہ استحساناً اس پر ضمان ہونا چاہئے کیونکہ وہ بندہ امین ہے اگر اس پر ضمان واجب نہ کیا جائے تو امانت کی حفاظت میں احتیاط برتنے سے گریز کرے گا۔

استحسان بالقیاس الخفی

قیاسِ خفی سے ثابت ہونے والا حکم اگر قیاسِ جلی کے معارض ہو تو اسے استحسان بالقیاس کہتے ہیں۔ جیسے شکاری پرندوں کے جوٹھے کے پاک ہونے کا حکم شکاری درندوں کے جوٹھے پر قیاس کرتے ہیں۔ مگر شکاری پرندوں کے جوٹھے کو آدمی کے جوٹھے پر قیاس کرتے ہوئے شمار کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنی چونچ سے پانی پیتے ہیں اور وہ ہڈی کی ہوتی ہے اور ہڈی پاک ہے لہٰذا یہ قیاس خفی ہے اور یہ حکم استحسان کی وجہ سے ہے۔

سوال نمبر 11۔ استحسان کی حجیت پر مختصر نوٹ تحریر کریں نیز منکرینِ استحسان کے اعتراضات اور ان کے جوابات زینتِ قرطاس کریں۔

بہت سے علماء نے استحسان کو اختیار کیا ہے اور انھوں نے اس کے ادلہ احکام میں سے ایک دلیل ہونے کا اعتبار کیا ہے اور بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے جیسے شوافع۔

امام شافعی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ استحسان لذت حاصل کرنا اور خواہش نفس سے بات کہنا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس نے استحسان اختیار کیا اس نے خود شریعت بنائی۔

احناف کہتے کہ استحسان کی حقیقت شوافع پر ظاہر ہی نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی مراد ان تک پہنچی ہے۔ اس لئے انھوں نے استحسان کا رد کیا ہے اور طرح طرح کے الزام تراشے ہیں۔

اصل میں استحسان ایک دلیل کو دوسری دلیل پر ترجیح دینے کا نام ہے اور یہ بات زیادہ اہم ہے کہ جو حکم استحسان بالنص سے ثابت ہو اس کو نص سے ہی ثابت سمجھیں گے نا کہ استحسان سے، یعنی استحسان میں جس بناء پر حکم لگایا جاتا ہے وہ نص، اجماع، ضرورت اور قیاسِ خفی ہی ہیں۔ تو احناف فقط اصطلاح کیلئے اس کا نام مطلقاً استحسان رکھ دیا۔

سوال نمبر 12۔ سد الذرائع کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کریں۔

"سد" کا لغوی معنی ہے بند کرنا اور "ذرائع" وسائل کا نام ہے یعنی کسی چیز تک پہنچنے کا وسیلہ یا راستہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں ایسے وسائل کو روکنا جو برائی تک پہنچانے والے ہیں، انھیں سد الذرائع کہا جاتا ہے۔

سوال نمبر 13۔ سد الذرائع کی کتنی صورتیں ہیں؟ وضاحت کریں۔

سد الذرائع کی دو صورتیں ہیں:

- خرابی تک پہنچانے والے وسائل بذاتِ خود مفسد و حرام ہوں
  - جیسا کہ نشہ آور چیز سے عقل کا فاسد ہونا
  - تہمت سے عصمت و عزت کا داغدار ہونا
  - زنا سے نسب خلط ملط ہونا
- وسائل بذاتِ خود تو جائز و حلال ہوں مگر ان کا استعمال فساد کی طرف لے جانے والا ہو۔ اس کی تین صورتیں ہیں:
  - وہ وسائل جو خرابی کا ذریعہ شاذونادر بنتے ہیں اور ان میں فائدہ راجح ہوتا ہے جیسا کہ انگور کاشت کرنا، منگیتر کی طرف دیکھنا وغیرہ اب یہ امور نقصان کا ذریعہ بن سکتے ہیں مگر ان میں فساد راجح نہیں ہے۔ اس صورت میں سد الذرائع کا حکم نہیں لگے گا۔
  - وہ وسائل جو خرابی کا ذریعہ کثرت سے بنتے ہیں اور ان میں فساد راجح ہوتا ہے جیسا کہ فتنہ و فساد کے زمانہ میں اسلحہ فروخت کرنا، ایسے آدمی کو انگور بیچنا جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ شراب بنائے گا وغیرہ ان امور میں چونکہ فساد راجح ہے اس لئے سد الذرائع کا حکم لگایا جائے گا۔
  - ایک ایسی چیز جسے اللہ نے جائز کام کیلئے بنایا مگر لوگ اس کا استعمال ناجائز طریقے پر کریں جیسا کہ تجارت کو سود کا ذریعہ بنانا۔ اب تجارت کو اللہ نے حلال بنایا ہے مگر کوئی شخص تجارت اس انداز میں کرے جو سود کی شکل اختیار کرے تو اس صورت میں تجارت پر سد الذرائع کا حکم لگایا جائے گا۔

سوال نمبر 14۔ سد الذرائع پر عمل کرنے کے بارے اختلافِ ائمہ بیان کریں۔

مذکورہ آخری دو صورتوں میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ان پر ممانعت ہو گی یا نہیں۔

شوافع و ظاہریہ

ان کے نزدیک ان صورتوں میں ممانعت نہیں ہو گی کیونکہ یہ سارے افعال اپنی ذات کے اعتبار سے مباح ہیں اس لئے انھیں ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مالکیہ وحنابلہ

ان کا کہنا ہے کہ سد الذرائع شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے لہٰذا اگر یہ افعال فساد کی طرف لیکر جانیوالے ہوں تو ان کے ذرائع کو ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اصول مقصد ان افعال کا انجام اور غایات ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شوافع اور ظاہر یہ ان افعال کا مباح ہونا دیکھتے ہیں جبکہ مالکیہ وحنابلہ ان کی غایات کو مد نظر رکھتے ہیں۔ امام ابن قیم فرماتے "جب مقاصد ایسے ہوں کہ اسباب وذرائع کے بغیر ان تک رسائی محال ہو تو مقاصد اسباب وذرائع کے تابع ہوں گے"۔ صاحب کتاب سید عبد الکریم زیدان نے بھی مالکیہ وحنابلہ کے قول کو راجح قرار دیا کیونکہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے۔

سوال نمبر 15۔ قرآن وسنت کی روشنی میں سد الذرائع کی چند مثالیں زینتِ قرطاس کریں۔

❖ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُواْۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "راعنا" کہنے سے منع فرمایا حالانکہ یہ لفظ اپنی ذات کے اعتبار سے بالکل درست ہے چونکہ اس کا استعمال یہود نے نبی پاک کو برا بھلا کہنے کیلئے کیا اس لئے یہ کہنا ممنوع ہو گیا۔

❖ اجنبیہ عورت کیساتھ خلوت حرام ہے کیونکہ وہ برائی کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہے۔

❖ بیع اور قرض کو اکٹھا کرنے سے نبی پاک ﷺ نے منع فرمایا تا کہ ان کا ملاپ سود کا ذریعہ نہ بن جائے۔

❖ قاضی اور حاکم کسی ایسے بندے سے تحفہ قبول نہیں کر سکتے جو لوگ قاضی اور حاکم کو ان کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے ہدیہ نہیں دیتے تھے۔

❖ اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر اپنے نکاح کا پیغام پہنچانا

❖ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا

❖ ذخیرہ اندوزی کرنا کیونکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا "ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر خطاکار" کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ روزمرہ کی چیزوں سے تنگی میں مبتلا ہوں گے۔

❖ مقروض سے ہدیہ قبول نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ کہیں وہ اس کو اپنے قرض میں شمار نہ کر لے۔

سوال نمبر 16۔ سد الذرائع پر اجماع کی کتنی اقسام ہیں؟

مالکی فقیہ قرافی مالکی فرماتے کہ سد الذرائع پر علماء کا اجماع ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں:

✸ قسمِ اول سب کے نزدیک معتبر ہے جیسا کہ مسلمانوں کے راستے میں کنویں کھودنا اور ان کے کھانے کی چیزوں میں زہر ملانا

✸ دوسری قسم کے باطل ہونے پر سب کا اجماع ہے جیسے کہ انگور کی کاشت کیونکہ یہ شراب کے خوف کو نہیں روک سکتی۔

✸ مدت مقرر کر کے خرید وفروخت کرنا اس قسم میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مالکیہ کہتے یہ مسئلہ صرف ہمارے ساتھ خاص ہے کیونکہ ہم دوسروں کی نسبت سد الذرائع کو احکام میں مستقل اصول قرار دینے میں تنہاء ہیں۔

سوال نمبر 17۔ سد الذرائع اور مصالح مرسلہ میں کیا نسبت ہے؟

سد الذرائع مصالح مرسلہ کو تقویت بخشتا ہے کیونکہ وہ فاسد اسباب ووسائل کی طرف جانے سے روکتا ہے۔ یہ صورت مصلحت کی بعض صورتوں میں اہم ہے اور سد الذرائع کی بعض صورتیں مصالح مرسلہ کی صورتوں میں معتبر ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ جب ظلم و

معصیت کا نقصان رشوت کے مال سے زیادہ ہو تو رشوت دینا جائز ہے اسی طرح دشمن ملک کو مسلمان قیدی چھڑوانے کیلئے مال دینا جائز ہے حالانکہ دشمن کو مال دینا جائز نہیں۔

سوال نمبر18۔ عرف سے کیا مراد ہے؟

وہ چیز جس سے لوگ مانوس ہوں، جس کے عادی ہوں اور زندگی کا دارومدار اس پر ہو چاہے وہ قولی ہو یا فعلی۔

سوال نمبر19۔ عرف کی کتنی قسمیں ہیں؟

ابتدائی طور پر عرف کی دو قسمیں ہیں مگر ضمناً ان دونوں کی مزید دو قسمیں ہیں:

- عرف عملی
  - عرف عملی عام
  - عرف عملی خاص
- عرف قولی
  - عرف قولی عام
  - عرف قولی خاص

سوال نمبر20۔ عرفِ فعلی و قولی کی وضاحت کریں۔

عرف فعلی

وہ اعمال جن کے لوگ عادی ہوں جیسے مہر کو معجل مؤجل ادا کرنا اور استصناع وغیرہ

عرف فعلی کی دو قسمیں ہیں: عرف فعلی عام عرف فعلی خاص

عرف فعلی عام

عرف عملی عام ہوتا ہے جب یہ ہر جگہ ایک ہی طرح رائج ہو اور تمام لوگ اس پر عمل کرتے ہوں۔

عرف فعلی خاص

عرف عمل خاص ہوتا ہے جب یہ بعض جگہوں پر رائج ہو اور بعض پر نہ ہو یا کسی پیشہ وصنعت کیساتھ خاص ہو۔

مثلاً عراق کے علاقے دیالی میں مالٹوں کے بیع کیساتھ کوئی چیز اضافی دینا

عرف قولی

وہ الفاظ جو لوگوں کے درمیان مشہور ہوں اور ان سے کوئی خاص معنی مراد لیا جائے نہ کہ وہ معنی جس کیلئے اسے وضع کیا گیا۔ جیسے لفظ "ولد" کا اطلاق لڑکے پر ہوتا ہے لڑکی پر نہیں اور "لحم" سے مراد مچھلی کے علاوہ گوشت پر ہوتا ہے۔

عرف قولی عام

ایسے الفاظ جن کے معنی کا استعمال معروف ہونے میں عام ہو جیسے لفظ "دابۃ" کا اطلاق صرف چوپایوں پر ہوتا ہے انسان پر نہیں ہوتا۔ اسی طرح لفظ "طلاق" کا اطلاق میاں بیوی کے درمیان جدائی کا سبب ہے حالانکہ اس کا معنی آزادی ہے۔

عــرف قولی خــاص

وہ الفاظ جو اہلِ علم اور پیشہ وربطورِ اصطلاح استعمال کرتے ہیں نہ کہ بطورِ لغوی

سوال نمبر21۔ عرفِ صحیح وفاسد سے کیا مراد ہے؟

عــرفِ صحیح

ایسا عرف جو کسی شرعی نص کیخلاف نہ ہو، نہ کوئی معتبر مصلحت فوت ہو اور نہ کسی خرابی کے حصول کا ذریعہ بنے مثلاً منگنی میں جو کپڑے دیئے جاتے ہیں یا دیگر تحائف، وہ مہر میں شمار نہیں ہوں گے۔ اسی طرح بغداد میں 50 سال پہلے یہ بات تھی کہ مکان بنوانے والا مزدوروں کو دوپہر کا کھانا کھلاتا تھا اور ہوٹل والا اپنے مزدوروں کو دوپہر اور رات کا کھانا کھلاتے تھے۔

عــرف فــاســد

ایسا عرف جو کسی شرعی نص کیخلاف ہو، کوئی معتبر مصلحت بھی فوت ہو رہی ہو اور کسی خرابی کے حصول کا ذریعہ بن رہا ہو۔ جیسے بینک یا کسی بندے سے سود پر قرض لینا وغیرہ۔

سوال نمبر22۔ عرف کی حجیت پر دلائل ذکر کریں نیز صاحبِ کتاب ان دلائل پر کیا مؤقف اپناتے ہیں؟

علماء نے عرف کی حجیت کا اعتبار کیا ہے اور ان کے بعض وہ اقوال جو عرف کی حجیت پر دال ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- العادۃ محکمۃ
- المعروف عرفا کالمشروط شرطا

بعض نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿خُذِ ٱلۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡعُرۡفِ﴾

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ اس آیت میں "عرف" سے مراد اصولِ فقہ میں مستعمل عرف نہیں بلکہ نیکی مراد ہے۔

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

﴿إما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن﴾

صاحب کتاب فرماتے کہ یہ دلیل بھی کمزور ہے ایک تو یہ حدیث ابن مسعود پر موقوف ہے اور دوسرا یہ کہ یہ اجماع کی حجیت پر دال ہے عرف کی حجیت پر نہیں۔

سوال نمبر23۔ کیا عرف کی حجیت پر مستقل دلائل ہیں یا نہیں؟ وضاحت کریں۔

یہ بات حق ہے کہ عرف شریعت میں معتبر ہے اور اس پر احکام کی بناء بھی ہے مگر عرف کی کوئی مستقل دلیل نہیں ہے بلکہ وہ معتبر ادلہ شریعہ کی طرف لوٹتا ہے اور یہی اس کی دلیل ہے جیسا کہ اجماع، استحسان، مصالح مرسلہ اور سد الذرائع میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

📖 شارع نے عرف کی رعایت کرتے ہوئے عرب کی تجارت اور شراکت کی صحیح اقسام کو مثلاً مضاربت، بیع اور اجارات کو برقرار رکھا کیونکہ یہ صورتیں فساد سے خالی ہیں۔ نیز بیع سلم، بیع التمر بالتمر (یعنی ٹوٹی کھجوروں کی درخت پر لگی کھجوروں سے بیع کرنا) بیع العرایا (تر کھجوروں کی ان کے درخت پر لگی کھجوروں سے بیع کرنا) وغیرہ کو مستثنیٰ کر دیا

📖 عرف اصل میں ان ادلہ شریعہ کی طرف لوٹتا ہے جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے وہ اجماع، مصالح مرسلہ اور سد الذرائع ہیں۔ مثلاً اجماع میں استصناع کا اعتبار کیا گیا اور حمامات میں بغیر کسی مدت کی تعیین کے ٹھہرنا وغیرہ

📖 فقہاء نے عرف کو مختلف زمانوں میں دلیل بنایا ہے اور اپنے اجتہادات میں اس کا اعتبار کیا ہے۔ اس پر اجماع سکوتی ہے بعض فقہاء نے صریحاً بیان کیا ہے اور بعض نے سکوت کیا ہے۔

سوال نمبر24۔ عرف کے معتبر ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ تفصیلاً بیان کریں۔

شرط اول

عرف صحیح ہو اور کسی نص کیخلاف نہ ہو۔ مثلاً امانت رکھنے والے آدمی کا اس دوسرے شخص کو امانت حوالے کرنا جس کو عادت کیمطابق حوالے کی جاسکتی ہو مثلاً بیوی، اولاد اور خادم وغیرہ۔ اسی طرح سودی لین، شادی کی دعوتوں میں شراب نوشی کا اہتمام وغیرہ یہ سب عرف نص کیخلاف ہیں لہٰذا ان میں عرف کا اعتبار نہیں ہو گا۔

اگر عرف کلی طور پر نص کیخلاف نہ ہو تو محدود دائرہ کار کے تحت اس پر عمل ہو گا اور نص پر بھی عمل ہو گا جیسا کہ استصناع حقیقت میں معدوم چیز کی بیع ہے جو شریعت میں ممنوع ہے لیکن لوگوں کے اس پر عمل کی وجہ سے عقدِ استصناع کو جائز قرار دیا مگر اس جیسی دوسری معدوم چیزوں پر اس قاعدہ کے تحت بیع کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

شرط دوئم

عرف مطرد (ایسا عرف جو لوگوں میں عام اور شائع ہو) یا غالباً (ایسا عرف جو اکثر لوگوں میں رائج ہو) ہو۔ ان دونوں کا اعتبار اس وقت ہو گا جب لوگوں میں اس کا عرف پایا جائے نہ کہ فقہی کتب میں کیونکہ فقہی کتب میں مسائل احوال بدلنے کیساتھ بدل جاتے ہیں۔

شرط سوئم

جس عرف کی بنیاد پر حکم لاگو ہو رہا ہے وہ عرف موجود ہو اور افعال و حرکات سے قبل عرف پایا جاتا ہو اور عرف کے تسلسل میں انقطاع بھی نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے غلہ کی آمدنی علماء اور طلبہ کیلیئے وقف کرتا ہے تو وقف کرنے کے دوران کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا چونکہ جس وقت بندے نے وصیت کی تھی اس وقت عالم وہ کہلاتا تھا جو امورِ دین کی خبر گیری رکھتا ہو اور طالب علم سے مراد دین کے طالب علم ہوں۔

پس وہ آمدنی انہی علماء پر خرچ ہو گی اور ان علماء کیلیئے سند کا حاصل کرنا شرط نہیں کہ درسِ نظامی یا کسی اور عالم کورس کی سند ہو گی تو ہی عالم کہلائے گا جبکہ موجودہ عرف میں سند کے حصول کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ سند کا حصول علماء کیلیئے عرف میں شامل ہے۔ اسی طرح طلبہ میں صرف دینی طلبہ پر آمدنی خرچ ہو گی چہ جائیکہ آج کے عرف میں طلبہ کا اطلاق دینی و عصری طلبہ سب پر ہوتا ہے۔

شرط چہارم

کوئی قول یا فعل ایسا نہ ہو جو عرف کے خلاف فائدہ دینے والا ہو۔ مثلاً عرف کا تقاضا ہو کہ زمین کی رجسٹری کا خرچہ زمین خریدنے والے کے ذمہ ہے مگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ بیچنے والا ہی رجسٹری خرچہ کا ذمہ دار ہو گا تو اس صورت میں عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ "جو چیز عرف کا ذکر کیئے بغیر ثابت ہو تو عرف ثابت نہیں ہو گا اگر اس کے خلاف کوئی شرط لگا دی جائے"

سوال نمبر25۔ کیا احکام کی تطبیق میں عرف کا اعتبار کیا گیا ہے؟ وضاحت کریں۔

حادثات اور جزوی واقعات پر احکام کی تطبیق میں عرف کا اعتبار کیا گیا ہے۔ جیسا کہ

❖ گواہی قبول ہونے کیلئے عدالت کی شرط ضروری ہے:

﴿وَأَشْهِدُوا۟ ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾

عدالت فقہاء کے نزدیک ایسی پختہ عادت ہے جو اپنے صاحب کو تقویٰ اور خصائل حمیدہ سے وابستہ رکھے۔

جو چیز انسانیت کو عیب دار کرتی ہے وہ عدالت کیلئے بھی عیب دار ہے۔ یہ عیب دار کرنے والی چیزیں زمانے اور جگہ بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ سر ننگا رکھنا یہ مشرقی علاقوں میں برا سمجھا جاتا ہے جبکہ مغربی علاقوں میں برا نہیں سمجھا جاتا اس لئے یہ مشرقی لوگوں کی عدالت میں نقصان کا باعث ہوگا اور مغربی لوگوں میں کوئی اثر نہیں رکھتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَى ٱلْمَوْلُودِ لَهُۥ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ﴾

اس آیت میں عورت کے خرچہ کی مقدار معین نہیں کی گئی اس لئے اسے عرف پر محمول کیا جائے گا کہ جو خرچہ عام معاشرہ میں چلتا ہے عورت کو وہی دیا جائے گا۔ امام جصاص نے "احکام القرآن" میں فرمایا کہ "عورت اگر دستور سے زائد خرچہ مانگے تو اسے زائد نہیں دیا جائے گا اسی طرح اگر شوہر دستور اور عرف کے مطابق خرچہ نہ دے تو اسے عرف کے مطابق خرچہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔" وہ امور جو شریعت میں واجب ہیں مگر ان کی مقدار معین نہیں تو انھیں عرف پر محمول کیا جائے گا۔

سوال نمبر26۔ تغیر الاحکام بتغیر الازمان سے کیا مراد ہے؟ مدلل انداز میں وضاحت کریں۔

وہ احکام جو عرف وعادت پر مبنی ہوتے ہیں وہ زمانوں کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ فقہاء بھی یہی فرماتے کہ زمانوں کے بدلنے سے احکام کے بدلنے کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

امام شہاب الدین قرافی فرماتے کہ "جو احکام عرف ورواج کی وجہ سے مرتب ہوتے ہیں وہ زمانوں کے بدلنے کیساتھ بدل جاتے ہیں" مثلاً جب کپڑے میں خرابی عیب شمار ہوتی تو اس مبیع کو اس عیب کی وجہ سے لوٹایا جاسکتا تھا۔ پس جب عادت بدل جائے اور اس عیب کو پسند کیا جانے لگے اور وہ قیمت کی زیادتی کا موجب ہو تو اس کو لوٹایا نہیں جائے گا۔ جب کوئی نیا عرف پیدا ہوگا تو اس کا اعتبار کیا جائے گا اور جب کوئی عرف ساقط ہوگا تو اس کا حکم بھی ساقط ہو جائے گا۔

سوال نمبر27۔ نئے عرف کے وجود اور سابقہ عرف کے ساقط ہونے سے احکام میں اختلافات کی چند مثالیں پیش کریں۔

- امام ابو حنیفہ گواہی میں ظاہری عدالت کافی سمجھتے ہیں جبکہ صاحبین ظاہری عدالت کیساتھ تزکیۃ الشھود لازمی قرار دیتے ہیں کیونکہ صاحبین کے دور میں جھوٹ عام ہو گیا تھا۔
- احناف نے فتویٰ دیا تھا کہ مکان کے ظاہر یا کچھ کمرے دیکھنے سے خیارِ رؤیت ساقط ہو جائے گی جبکہ متاخرین نے کہا کہ چند کمرے دیکھنے سے ساقط نہیں ہوگی کیونکہ متقدمین کے ادوار میں مکان ایک ہی جہت میں تعمیر کئے جاتے تھے جس کی وجہ سے

ایک یا دو کمرے دیکھنے سے ہی سارے مکان کی تعمیر کا اندازہ ہو جاتا تھا مگر متاخرین کے ادوار میں مکان مختلف جہتوں میں تیار کئے جاتے ہیں اس لئے انھوں نے کہا کہ جب تک سارے کمرے نہ چیک کرلیں اس وقت خیارِ رؤیت ساقط نہیں ہو گی۔

متقدمین نے قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا ناجائز قرار دیا تھا اس وقت بیت المال سے معلمین کو اجرت دی جاتی تھی جب بیت المال سے اجرت ملنا بند ہو گئی تو متاخرین نے قرآن کی تعلیم پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا۔

اہم وضاحت

مذکورہ تغیر تبدل ان احکام میں ہوا ہے جن کی بنیاد عرف پر ہے۔ پس ان میں شریعت کے قطعی احکام شامل نہیں ہیں۔ امام شاطبی نے فرمایا "اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ جب عرف بدل جائے تو ہر عرف اپنی شرعی اصل کی طرف لوٹے گا اور اس کے مطابق اس کا حکم ہو گا"

سوال نمبر 28۔ ادلہ شریعہ میں تعارض ہونے سے کیا مراد ہے اور اسکو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

تعارض سے مراد ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں ایک دلیل شرعی کسی خاص حکم کا تقاضا کرے اور اسی مسئلہ میں کوئی دوسری دلیلِ شرعی کسی دوسرے حکم کا تقاضا کرے۔

مگر اس معنی سے ادلہ شریعہ میں حقیقی طور پر تعارض مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ یہ شارع یعنی اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان نہیں کہ اپنے ہی نافذ کردہ احکام میں تعارض پیدا کرے۔ لہٰذا حقیقی طور پر تعارض محال ہے لیکن مجتہدین کی نظر و فکر اور ان کے اجتہاد میں تعارض پایا جاسکتا ہے۔ اس تعارض کو مجتہدین کی کمزوری اور قوتِ ادراک کی کمی پر محمول کیا جائے گا اس تعارض کو دور کرنے کیلئے فقہاء کرام نے دو اہم اصطلاحات متعارف کروائی ہیں:

- ناسخ و منسوخ
- ترجیح

صاحب کتاب نے دیگر اصطلاحات کو بھی ذکر کیا ہے:

- جمع و تطبیق
- دلیل کی قوت کے اعتبار سے ترجیح
- متعارض دلائل سے اعراض

سوال نمبر 29۔ نسخ کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کریں نیز نسخ کی ابتدائی صورتیں بھی بیان کریں۔

نسخ کا لغوی معنی زائل کرنا اور منتقل کرنا ہے اصطلاح فقہ میں کسی حکمِ شرعی کو بعد میں آنے والی شرعی دلیل کے ذریعے ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔ پہلی دلیل کو منسوخ دوسری دلیل کو ناسخ اور اس پورے عمل کو نسخ کہتے ہیں۔

ابتدائی طور پر نسخ کی دو صورتیں ہیں:

- نسخ کلی

⇦ یعنی کسی حکم کا مکمل طور پر منسوخ ہو جانا جیسے تحویلِ قبلہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدۡ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةٗ تَرۡضَىٰهَاۚ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِۚ وَحَيۡثُ مَا كُنتُمۡ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ شَطۡرَهُۥۗ﴾

اس آیت میں اللہ نے کلی طور پر سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا یعنی قبلہ اول بیت المقدس کو نسخ کر کے خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔

- نسخ جزوی

⇦ کسی حکم کا جزوی طور پر بعض افراد سے منسوخ ہو جانا جیسا بیوی پر تہمت لگانے پر شوہر کا چار مرتبہ قسم اٹھانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَأۡتُواْ بِأَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجۡلِدُوهُمۡ ثَمَٰنِينَ جَلۡدَةٗ وَلَا تَقۡبَلُواْ لَهُمۡ شَهَٰدَةً أَبَدٗاۚ﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تہمت کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں کوڑوں کی سزا کا حکم دیا مگر شوہروں کو استثنٰی دے دیا ارشاد فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ أَزۡوَٰجَهُمۡ وَلَمۡ يَكُن لَّهُمۡ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنفُسُهُمۡ فَشَهَٰدَةُ أَحَدِهِمۡ أَرۡبَعُ شَهَٰدَٰتِۭ بِٱللَّهِ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾

لہٰذا اگر شوہر اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور گواہ پیش نہ کر سکیں تو وہ چار مرتبہ قسم اٹھائیں گے۔ اور پانچویں قسم میں یہ کہیں گے کہ اگر وہ جھوٹے ہیں تو ان پر خدا کی لعنت۔

سوال نمبر 30۔ نسخ کی حکمت کیا ہے؟

نسخ کا اصل مقصد بندوں کی مصلحتوں کا خیال رکھنا ہے جو شریعت کا اصل مقصد اور احکامات کو تدریجاً جاری کرنا ہے۔ جس طرح زمانہ بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے اسی طرح نسخ بھی شریعت کے ثابت شدہ اصول کے موافق ہے۔ جیسا کہ ابتداء میں نماز صبح و شام دو دو رکعتیں فرض ہوئیں اور پھر بعد میں عادت بننے پر مشہور رکعات کے حساب سے پانچ نمازیں کر دی گئیں۔

سوال نمبر 31۔ نسخ اور تخصیص میں کیا فرق ہے؟ وضاحت کریں۔

نسخ اور تخصیص دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ایک حکم سے بعض افراد کو استثنٰی دیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ نسخ میں ابتداءً حکم عام ہوتا ہے وہ حکم تمام افراد پر برابر لاگو ہوتا ہے جبکہ تخصیص میں ابتداءً ہی حکم خاص افراد کیلئے ہوتا ہے۔ اس کے حکم میں ابتداءً عموم نہیں پایا جاتا۔

سوال نمبر 32۔ نسخ کی کتنی انواع ہیں؟ تفصیلاً بیان کریں۔

نسخ کی دو انواع ہیں: نسخ صریح نسخ ضمنی

<u>نسخ صریح</u>

ایسا نسخ جس میں شارع خود اپنی طرف سے کسی حکم کے منسوخ ہونے کی صراحت کر دے۔ جیسا کہ:

إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

بیشک میں تمہیں (عورتوں کو) قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا پس تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

اس حدیث میں سرکار نے اپنے پہلے دیئے گئے حکم کو خود صریح انداز میں منسوخ کر دیا اور نیا حکم جاری فرمایا۔

نسخ ضمنی

ایسا نسخ جس میں شارع خود نسخ کی وضاحت نہ کرے لیکن کوئی ایسا حکم نافذ کرے جو پہلے پہلے حکم کے معارض ہو لیکن پہلے حکم کے نسخ کی وضاحت نہ ہو اور ان دونوں کو جمع کرنا محال ہو تو ضمنی طور پر سابقہ حکم کو منسوخ تصور کیا جائے گا۔

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت ایک سال ہے اور یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے تو ضمناً یہ آیت پہلی آیت کے حکم کیلئے ناسخ ہوگی جس میں عورت کی عدت ایک سال قرار دی گئی تھی۔ اس لئے کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی۔

سوال نمبر 33۔ نسخ کا وقت کیا ہے؟ نیز کن احکام میں نسخ جائز ہے؟

نسخ صرف نبی پاک ﷺ کی زندگی میں تھا آپ ﷺ کی وفات کے بعد نسخ جائز نہیں اس لئے نسخ وحی سے ہوتا ہے اور نبی پاک ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ ختم ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کی وفات کے بعد کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا۔

نسخ احکامِ فرعیہ میں جائز ہے جس میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے، احکامِ اصلیہ میں نسخ جائز نہیں۔ نیز وہ احکامِ فرعیہ جو احکامِ اصلیہ سے ملحق ہیں اور ان کو شارع نے دائمی بنا دیا اس کا نسخ بھی جائز نہیں جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

الجهاد ماض إلى يوم القيامة

جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

سوال نمبر 34۔ احکامِ اصلیہ اور فرعیہ سے کیا مراد ہے؟

احکامِ اصلیہ

وہ احکام جن کا تعلق ایمان اور عقیدہ سے ہو۔ جیسے اللہ کی وحدانیت، آخرت پر ایمان، ظلم، شرک اور زنا کی حرمت وغیرہ۔

احکامِ فرعیہ

وہ احکام جن کا تعلق اعمال سے ہو جیسے طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ

سوال نمبر 35۔ الوجیز فی اصول الفقہ کی روشنی میں نسخ کی شرائط بیان کریں۔

نسخ کیلئے اصول یہ ہے کہ ناسخ کی دلیل منسوخ کی دلیل سے قوی ہو یا اس کے برابر ہو اور ناسخ کی دلیل منسوخ کی دلیل سے بعد میں نازل ہوئی ہو۔

- قرآن پاک کی کسی آیت کو آیت یا حدیث متواتر کیساتھ منسوخ کرنا جائز ہے۔
- حدیث متواتر کو آیت کیساتھ منسوخ کرنا جائز ہے۔
- خبر واحد کا خبرِ واحد یا اس سے قوی دلیل سے نسخ جائز ہے۔

- اجماع کتاب اللہ یا سنت کیلئے ناسخ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قطعی الدلالہ نص کیخلاف اجماع ہو نہیں سکتا اگر نص ظنی الدلالہ ہو تو اس صورت میں جس دلیل پر اجماع ناسخ بنے گا حقیقت میں اس اجماع کی دلیل ناسخ ہو گی نہ کہ خود اجماع ناسخ ہو گا۔
- کتاب اللہ یا سنت کی کوئی نص اجماع کو منسوخ نہیں کر سکتی اس لئے کہ ناسخ کا منسوخ کے بعد ہونا ضروری ہے۔ جبکہ کتاب اللہ و سنت اجماع پر مقدم ہیں اور اجماع کا بطورِ حجت دلیل شرعی ہونا نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد معتبر ہے۔
- وہ اجماع جس کا مدار کتاب اللہ یا سنت یا قیاس پر ہو اس کو کسی اور اجماع سے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔
- وہ اجماع جو مصلحت کی بنیاد پر ہو اس کو کسی دوسرے اجماع سے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔
- قیاس کتاب اللہ، سنت یا اجماع کیلئے ناسخ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔
- کتاب اللہ، سنت اور اجماع سے قیاس کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قیاس ہوتا ہی اس وقت ہے جب قرآن، حدیث اور اجماع سے کوئی حکم ثابت نہ ہو
- ایک قیاس دوسرے قیاس کو منسوخ نہیں کر سکتا کیونکہ قیاس کا مدار اجتہاد پر ہوتا ہے۔

سوال نمبر 36۔ ترجیح سے کیا مراد ہے اور یہ کس وقت معتبر ہے؟

بظاہر دو دلیلوں کے تعارض میں ایک دلیل کو دوسری دلیل پر ترجیح و فوقیت دینا ترجیح کہلاتا ہے۔

جب بظاہر دو دلیلوں میں تعارض ہو اور ان کی تاریخِ نزول معلوم نہ ہو تو ان میں سے ایک دلیل کو دوسری دلیل پر ترجیح دی جائے گی۔

سوال نمبر 37۔ ترجیح کے کتنے طریق ہیں؟ الوجیز فی اصول الفقہ کی روشنی میں وضاحت کریں۔

صاحبِ کتاب نے ترجیح کے 6 طریقے بیان کئے ہیں:

- نص کو ظاہر پر ترجیح دینا
- مفسر کو نص پر ترجیح دینا
- محکم کو اپنے غیر پر ترجیح دینا
- عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دینا
- اشارۃ النص کو دلالۃ النص پر ترجیح دینا
- منطوق کو مفہوم پر ترجیح دینا

<u>نص کو ظاہر پر ترجیح دینا</u>

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾

اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محرموں کیساتھ چار سے زائد شادیاں کرنا جائز ہیں لیکن اس آیت کا ظاہر دوسری آیت کے معارض ہے:

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

یہ آیت چار سے زائد شادیوں کی حرمت کے بارے میں نص ہے۔ پس اس آیت کو پہلی آیت پر ترجیح ہو گی۔

مفسر کو نص پر ترجیح دینا

آپ ﷺ نے فرمایا: "مستحاضہ عورت ہر نماز کیلئے وضو کرے گی"۔

یہ حدیث مستحاضہ پر ہر نماز کیلئے وضو کو واجب قرار دینے میں نص ہے۔ جبکہ نبی پاک ﷺ کا ایک اور ارشاد اس کے معارض ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "ہر مستحاضہ عورت ہر نماز کے وقت وضو کرے گی"۔ یعنی ہر نماز کے وقت میں اس کے ذمے صرف ایک ہی مرتبہ وضو کرنا ہے۔ چاہے وہ اس وقت میں جتنی مرضی چاہے نمازیں ادا کر سکتی ہے۔ اس صورت میں مفسر کو نص پر ترجیح ہو گی۔

محکم کو اپنے غیر پر ترجیح دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾

یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات سے بھی نکاح کو جائز قرار دیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ ٱللَّهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا۟ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا﴾

اب یہ آیت نبی کریم ﷺ کی ازواج سے نکاح کے حرام ہونے کے بارے میں محکم ہے۔ لہٰذا اسے پہلی آیت کی نص پر ترجیح دی جائے گی۔

عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى﴾

اس آیت سے عبارۃ النص کے ذریعے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قاتل سے قصاص لینا ضروری ہے۔

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا﴾

جبکہ اس آیت سے اشارۃ النص کے ذریعے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمداً قتل کرنے والے سے قصاص نہ لیا جائے کیونکہ اس کی سزا ہمیشہ جہنم رہنا ہے حالانکہ قاتل عمد پر ہی یہ جزا مقصور ہے اور یہ اس کی سزا کو بیان کر رہا ہے اور اشارۃ النص کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کوئی اور سزا واجب نہ ہو۔ کیونکہ مشہور قاعدہ ہے کہ مقامِ بیان میں اگر کسی چیز پر اکتفاء کیا جائے تو وہ حصر کا فائدہ دیتا ہے لیکن عبارۃ النص کے مفہوم کو اشارۃ النص کے مفہوم پر ترجیح ہو گی اور قاتلِ عمد پر قصاص لازم ہو گا۔

اشارۃ النص کو دلالۃ النص پر ترجیح دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾

عبارۃ النص کے ذریعے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے قتل کرنیوالے پر کفارہ لازم ہے اور دلالۃ النص سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل عمد پر بھی کفارہ واجب ہے۔ کیونکہ ارادۃً قتل کرنیوالا غلطی سے قتل کرنیوالے کی نسبت سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا﴾

اشارۃ النص کے ذریعے اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلطی سے قتل کرنیوالے پر اس دنیا میں کوئی کفارہ نہیں کیونکہ اس آیت میں سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ٹھہرا دی گئی۔ اشارۃ النص سے جو بات سمجھ میں آ رہی وہ دلالۃ النص کے ذریعے پہلی والی آیت کے مفہوم کے متعارض ہے اس لئے اشارۃ النص کو دلالۃ النص پر ترجیح دی جائے گی۔

منطوق کو مفہوم پر ترجیح دینا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَأۡكُلُواْ ٱلرِّبَوٰٓاْ أَضۡعَٰفٗا مُّضَٰعَفَةٗ﴾

اس آیت سے یہ مفہوم ذہن میں آتا ہے کہ گویا سود صرف اسی صورت میں ممنوع ہو گا جب وہ بڑھا چڑھا کر لیا جائے تھوڑے بہت کی گنجائش ہے۔

﴿وَإِن تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوسُ أَمۡوَٰلِكُمۡ لَا تَظۡلِمُونَ وَلَا تُظۡلَمُونَ﴾

اس آیت سے سود کی حرمت واضح ہوئی۔ اگرچہ اب وہ کم ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ حرام ہے۔ اس لئے اس منطوق کلام کو اوپر والے مفہوم کلام پر ترجیح دی جائے گی۔ یعنی دوسری آیت کو پہلی آیت پر ترجیح ہو گی۔

سوال نمبر 37۔ جمع و تطبیق سے کیا مراد ہے؟

جب دو نصوص درجہ میں برابر ہوں اور ان میں ناسخ و منسوخ یا مذکورہ وجوہاتِ ترجیح میں سے کوئی وجوہِ ترجیح بھی نہ پائی جائے تو دونوں نصوص کے درمیان تطبیق اور موافقت پیدا کرنے کا عمل جمع و تطبیق کہلاتا ہے۔

1۔ ﴿وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٖ وَعَشۡرٗا﴾

2۔ ﴿وَأُوْلَٰتُ ٱلۡأَحۡمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ﴾

فقہاء کا کہنا ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کو اس حاملہ عورت کی نسبت نسخ نہیں کرتی جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو اور فقہاء ان دونوں آیتوں میں تطبیق پیدا کرتے ہیں کہ:

ایسی حاملہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ ابعد الاجلین (دور والی مدت) کیمطابق عدت گزارے گی۔ اگر وضع حمل چار ماہ اور دس دن سے قبل ہو گیا تو وہ عورت چار ماہ دس دن عدت کے پورے کرے گی اس صورت میں وضع حمل کا اعتبار نہیں ہو گا۔

بصورت دیگر چار ماہ دس دن مکمل ہو گئے مگر بچے کی پیدائش نہ ہوئی تو اس عورت کی عدت وضع حمل ہو گی۔

سوال نمبر 38۔ عموم و خصوص یا مطلق و مقید نصوص کے درمیان کیسے تطبیق ہو گی؟

جب ایک نص عام اور دوسری خاص یا ایک مطلق اور دوسری مقید ہو تو اس صورت میں عام کی خاص کیساتھ تطبیق کر دی جائے گی۔ اسی طرح مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

سوال نمبر 39۔ دلیل کی قوت کے اعتبار سے ترجیح کی صورتیں بیان کریں۔

جب قوت کے اعتبار سے دلیلیں مختلف ہوں تو ترجیح کی بنیاد قوتِ دلیل پر ہو گی۔ اگرچہ یہ ترجیح حقیقی اعتبار سے متعارضین کے درمیان ترجیح نہ ہو گی۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں:

❖ کتاب اللہ یا حدیث کی نص کو قیاس پر ترجیح ہو گی

- حدیث متواتر کو خبرِ واحد پر ترجیح ہو گی
- اجماع کو قیاس کے مقتضا پر ترجیح ہو گی۔ کیونکہ اجماع دلیل قطعی ہے اور قیاس دلیل ظنی
- عادل اور فقیہ راوی کی خبر کو غیر عادل اور غیر فقیہ راوی کی خبر پر ترجیح ہو گی۔
- دو قیاسوں میں سے قوی قیاس کو ترجیح ہو گی

سوال نمبر 40۔ اگر متعارض دلائل کے حل میں کوئی صورت ممکن نہ ہو تو کیا کریں؟

اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مجتہد ایسی دلیل تلاش کرے جو مرتبے میں ان متعارض نصوص سے کم ہو اگر ترجیح ممکن نہ ہو تو قیاس کی طرف منتقل ہو جائے۔